امت مسلمہ کی کامیابی کا راز

محمد ایوب الدین ندوی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تمہاری تعداد تو بہت ہوگی، لیکن تم ایسے ہوگے، جیسے سیلاب میں بہتے ہوئے تنکے ہوتے ہیں''۔

اُس وقت اس پیشن گوئی پر سوچنے والوں نے سوچا، غور کرنے والوں نے غور کیا، لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی، اس لیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کم تھی، پر ساری دنیا کی حاکم تھی، اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ خیال تھا، کہ جب ہم مسلمانوں کی تعداد اس سے زیادہ ہوگی، تو دنیا ہی نہیں آسمانوں پر بھی ہماری ہی حکومت ہوگی، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اس خیال وگمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وبیان پر کیسے ترجیح دے سکتے تھے؟ وہ تو ایسے تھے کہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہہ دیا تو اس کے سامنے سر جھکا دیا۔

بہر حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنا اور مان لیا، لیکن سوچنے سے معلوم ہوگا کہ چودہ سو سال پرانی پیشن گوئی آج جا کر پوری ہو رہی ہے۔

سوچیے! ساڑھے چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی اور آج کتنی ہے؟ اُس وقت مسلمانوں کے پاس وسائل کتنے تھے اور آج کتنے ہیں؟ معلوم ہوگا کہ آج دنیا کی ایک تہائی آبادی مسلمانوں کی ہے اور آج جتنے وسائل مسلمانوں کے پاس ہیں اتنے کبھی کسی زمانے میں نہیں تھے، خلاصہ یہ کہ وہ کم تھے، پر ساری دنیا کے حاکم تھے، آج ہم زیادہ ہیں، پر ساری دنیا پر حکومت تو کیا کرتے، اپنے ممالک اسلامیہ کی حکومت کو سنبھالنے میں دوسرے کے محتاج بنے بیٹھے ہیں۔

آخر ایسا کیوں؟......اب اس کیوں کے جواب کے لیے تاریخ کے ہزاروں صفحات پلٹنے کی ضرورت نہیں

ہے، بلکہ اپنی زندگی کو اُس کم تعداد والی جماعت، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے ملانے کی ضرورت ہے، جس مُٹھی بھر جماعت نے ساری دنیا کو اپنی مٹھی میں کرلیا تھا، آخر ان میں کونسی ایسی طاقت تھی، جس نے ساری دنیا کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کیا تھا؟

دیکھیے اور ملاتے جایئے، صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے ہر کام میں اللہ کی خوشی چاہتے تھے، جب کہ ہمارا ہر کام دکھاوے کے لیے ہوتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے ہر کام میں قرآن وحدیث کو دیکھتے تھے، جب کہ آج ہم اپنے ہر کام میں یورپ اور اس کے بازیگروں کو دیکھتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہر عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہوتا تھا، جب کہ ہمارا ہر کام دنیا کے نام نہاد ہیروں کے طریقے پر ہوتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا سے محبت تھی، آج ہمیں یورپ اور اس کے ہر طریقے سے عشق ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو قیصر وکسریٰ کے دربار میں بھی نہیں چھوڑا، جب کہ آج ہم اپنے گھر میں رہتے ہوئے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے شرماتے ہیں، قربان جایئے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو بجالانے میں نہ دنیا کی پروا کی اور نہ دنیا والوں کی، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فاتح ایران حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کسریٰ (گویا کہ آج کا صدر امریکہ) کی دعوت پر جب اس کے دربار میں جنگ کو روکنے کے تعلق سے بات چیت کے لیے جاتے ہیں، تو ان کے اکرام میں کھانا پیش کیا جاتا ہے، تو جب وہ کھانے لگتے ہیں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ایک نوالہ گر جاتا ہے، اب ایسے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اس کو نہ پھینکو، وہ نوالہ اللہ کا رزق ہے اور معلوم نہیں اللہ کے کون سے رزق میں برکت ہے؟ اس لیے ناقدری نہ کرو، بلکہ اسے اٹھا کر کھالو، اگر مٹی بھی لگ جائے تو دھو کر کھاؤ، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا پر مرمٹنے والے، وہ اس سنت کو کیسے چھوڑ سکتے تھے؟ وہ اس کو سنت سمجھ کر اٹھا کر کھانے لگے، تو ان کے ایک ساتھی نے کہا یہ لوگ ہم کو جاہل (Uneducated) سمجھیں گے، اس لیے آج ایسا مت کرو، یہ ہمارے اوپر فرض تو نہیں ہے، تو اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''أ أترك سنة رسول صلی الله علیه وسلم لهؤلاء الحمقاء ''؟ کیا میں ان احمقوں وبے وقوفوں کی وجہ سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوں؟ یہ مجھ سے نہیں ہوگا، چاہے یہ مجھے اچھا سمجھیں یا برا، چاہے یہ میری عزت کریں یا نہ کریں، یا یہ میرا مذاق اڑائیں، میں ان بیوقوفوں کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

دنیا نے دیکھا کہ یہی نیچے گرا ہوا نوالہ اٹھا کر کھانے والا بے سروسامان حذیفہ رضی اللہ عنہ ایران کو اپنے ہاتھ سے فتح کرتا ہے اور کسریٰ کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کرتا ہے، کون؟ وہی جن کے پاس پہننے کے لیے ٹھیک سے کپڑے نہیں تھے اور جن کو ایک وقت کا کھانا میسر نہیں تھا، لیکن نبی کی محبت اور ان کے طریقوں سے الفت اور ان کی اتباع کی

چاہت نے کسریٰ کے تخت وتاج کوان کے قدموں میں لاکر ڈال دیا اور اسی اتباع نے انہیں اللہ کا محبوب بنادیا، جس کو قرآن میں اللہ نے یوں بیان فرمایا: ﴿فاتبعونی یحببکم الله﴾ میری اتباع کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

لیکن آج کا مسلمان اپنی زندگی گزارنے میں نبی کے طریقے کو چھوڑ کر غیروں کے طریقے کو اپنا رہا ہے، جب کہ اللہ نے فرمایا: ﴿لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجو الله والیوم الآخر وذکر الله کثیرا﴾ (الاحزاب/12) ہم نے تمہارے پاس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے کہ تم ان کی نقل اتارو۔

دور حاضر میں مسلمانوں کو دیکھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ، نقل کفر کفر نہ باشد، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں کونسی ایسی کمی تھی جس کو دور کرنے کے لیے ہم نے یورپ کی طرف نگاہ اٹھائی؟ جب کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ میں غریب کے لیے بھی زندگی ہے، اور امیر کے لیے بھی، ایک کالے انسان کے لیے بھی میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اسوۂ حسنہ ہے اور ایک گورے کے لیے بھی مختصر بات یہ کہ اگر کوئی باپ ہے تو فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہ کے باپ کو دیکھے اور کوئی شوہر ہے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا وعائشہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو دیکھے، اگر کوئی ایک کاروباری تاجر ہے تو ملک شام جا کر تجارت کرنے والے کو دیکھے، اگر کوئی ایک حاکم ہے تو مدینہ کے حاکم کو دیکھے، اگر کوئی ایک جج ہے تو مدینہ کی چھپر والی مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرنے والے جج کو دیکھے، اگر کوئی الیکشن میں جیت چکا ہے تو مکہ کے فاتح کو دیکھے، اگر کوئی ایک استاد ہے تو سوا لاکھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو پڑھانے والے استاد وٹیچر کو دیکھے، بہر حال زندگی کے قدم قدم پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ موجود ہے، پھر ہمارے لیے کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنی زندگی گزارنے میں دوسرے کے طریقے کے محتاج ہوں۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے ایک بہترین نمونہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھ کر ہمیں اپنی زندگی کے قدم کو آگے بڑھانا ہوگا، اسی میں ہماری ترقی کا راز پوشیدہ ہے، ورنہ ہماری تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، لیکن اگر ہم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے تو ہم سیلاب کے تنکوں کی مانند ہوں گے، جسے اڑانے کے لیے ایک بڑے طوفان کی ضرورت نہیں، بلکہ انسان کی ایک پھونک ہی کافی ہے۔

☆......☆......☆